۲۴

شیخ عبدالرحمٰن مصری کی طرف سے انکسار کا جھوٹا دعویٰ

(فرمودہ ۳۰؍جولائی ۱۹۳۷ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اب میں اس سوال کو لیتا ہوں جو مصری صاحب نے لکھا ہے کہ میرے متعلق جو یہ کہا گیا ہے کہ میں نے جماعت میں اپنے اثر و رسوخ کا دعویٰ کیا ہے یہ غلط ہے۔ اور اس کے ثبوت میں وہ دوسری عبارتیں پیش کرتے ہیں جو انکسار پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی تائید میں یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

''بیشک ان باتوں کی وجہ سے جو اقتدار آپ کو حاصل ہو چکا ہے، اس پر آپ کو ناز ہے اور آپ یقین رکھتے ہیں کہ میں (آپ) مدمقابل کا سر ایک آن میں کُچل سکتا ہوں اور اس میں بھی شک نہیں کہ میں جو آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں ایک نہایت ہی کمزور، بے بس، بے کس، بے مال، بے مددگار ہوں اور جہاں آپ کو اپنی طاقت پر ناز ہے مجھے اپنی کمزوریوں کا اقرار ہے۔ ہاں میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ حق کی قوت میرے ساتھ ہے اور غلبہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسی کو ہوتا ہے جو حق کی تلوار لے کر کھڑا ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ابتدا میں میری بات کی طرف توجہ نہ کی جائے اور میں اس مقابلہ میں کُچلا جاؤں لیکن حق کی تائید کیلئے اور باطل کا سر کُچلنے کی غرض سے کھڑے ہونے والے علماء اس قسم کے انجاموں سے کبھی نہیں ڈرتے''۔

تو وہ کہتے ہیں کہ میری اس تحریر میں انکسار کا دعویٰ موجود ہے۔ پھر یہ کہنا کہ میں نے کسی عزت اور اثر و رسوخ کا دعویٰ کیا ہے، غلط ہے۔ مجھے اس بات کا انکار نہیں ہے کہ مصری صاحب کے خطوط

میں ایسے فقرے بھی موجود ہیں جن میں اپنی بے بسی اور بے کسی کا اظہار ہے لیکن سوال یہ ہے کہ وہ فقرہ جسے ہماری طرف سے پیش کیا گیا ہے وہ بھی موجود ہے یا نہیں۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ میرے خطوط میں مندرجہ ذیل فقرہ موجود ہے:-

''کیونکہ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس شخص کو جماعت میں عزت حاصل ہے۔ مستریوں کے متعلق تو اس قسم کے عُذر گھڑ لئے گئے تھے کہ ان کے خلاف مقدمہ کا فیصلہ کیا گیا تھا یا ان کی لڑکی پر سوت لانے کا مشورہ دیا تھا مگر یہاں اس قسم کا کوئی عذر بھی نہیں چل سکتا۔ اس کے اخلاص میں کوئی دھبہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اس کی بات کو جماعت مستریوں کی طرح ردّ نہیں کرے گی بلکہ اس پر اسے کان دھرنا پڑے گا اور وہ ضرور دھرے گی''۔

اس فقرہ کے موجود ہونے کا مصری صاحب کو بھی انکار نہیں۔ وہ مانتے ہیں کہ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے مگر کہتے ہیں کہ اس سے جو نتیجہ نکالا گیا ہے وہ غلط ہے۔ اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ نتیجہ وہ درست ہے جو مصری صاحب نے نکالا ہے یا وہ جو ہم نکالتے ہیں اور اس امر کے سمجھنے کیلئے کہ کونسی بات درست ہے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب ایک شخص کے دو قولوں میں بظاہر اختلاف نظر آئے، یعنی ایک قول سے بظاہر جو نتیجہ نکلتا ہو دوسرے قول سے اس کے مخالف نتیجہ نکلتا ہو تو ایسی صورت میں تین باتوں میں سے ایک ضرور ماننی پڑے گی چوتھی صورت نہیں ہو سکتی۔

(۱) یا کہنا پڑے گا کہ دونوں عبارتیں غلط ہیں۔

(۲) یا دونوں ٹھیک ہیں۔

(۳) یا ایک غلط اور ایک ٹھیک ہے۔

مثلاً ایک شخص پہلے کہتا ہے میں لاہور گیا تھا۔ دوسرے موقع پر اسی سفر کے متعلق کہتا ہے میں دہلی گیا تھا۔ ان دو بظاہر مختلف اقوال کی نسبت یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں جھوٹے ہوں۔ نہ وہ لاہور گیا ہو نہ دہلی بلکہ کہیں بھی نہ گیا ہو۔ یا گیا تو ہو وہ مگر کسی اور شہر کی طرف گیا ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ دونوں باتوں میں سے ایک ضرور صحیح ہو۔ دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان میں سے ایک صحیح اور ایک غلط ہو۔ یعنی بالکل ممکن ہے وہ لاہور اور دہلی میں سے ایک جگہ گیا تو ہو اور دوسری جگہ کے متعلق اس نے جھوٹ بولا ہو۔ اسی طرح ایک تیسری صورت بھی ممکن ہے اور وہ یہ کہ اس کے دونوں قول صحیح ہوں چونکہ لاہور سے ہوتے

ہوئے بھی دہلی کو راستہ جاتا ہے ممکن ہے وہ لاہور گیا ہو اور وہاں سے دہلی چلا گیا ہو۔ غرض جب کسی شخص کے دو قولوں میں بظاہر اختلاف پایا جاتا ہو تو صداقت تین صورتوں میں سے ایک صورت میں پائی جائے گی ۔کبھی دونوں قول غلط ہوں گے، کبھی ایک غلط ہوگا اور ایک صحیح ہوگا۔ اور کبھی دونوں صحیح ہوں گے۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مصری صاحب کے ان بظاہر مختلف فقروں میں ان تینوں حقیقتوں میں سے کون سی حقیقت پائی جاتی ہے آیا

(۱) دونوں فقرے ہی غلط ہیں۔ وہ نہ منکسر المزاج ہیں اور نہ متکبر ہیں۔

(۲) دونوں فقروں میں سے ایک صحیح ہے اور دوسرا غلط۔

(۳) دونوں فقرے ہی صحیح ہیں۔ اور ایک فقرہ تشریح طلب ہے۔ دونوں باتوں میں تضاد نہیں ہے۔

پس یہی تین صورتیں ہیں جن کی روشنی میں مصری صاحب کے ان دو بظاہر مختلف دعووں کی تشریح کی جاسکتی ہے۔ ان میں سے یہ صورت کہ یہ دونوں دعوے غلط ہیں میرے نزدیک بھی اور مصری صاحب کے نزدیک بھی صحیح نہیں۔ نہ وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے دونوں جگہ غلطی کی ہے اور نہ ہم کہتے ہیں کہ انہوں نے دونوں جگہ غلطی کی ہے۔ دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ ان کے دونوں فقرے غلط نہیں ہیں۔ پس قابلِ غور دو ہی صورتیں رہ گئیں۔ ہم کہتے ہیں کہ انکساری کا دعویٰ غلط اور بناوٹی ہے اور تکبر والا ان کا اصل دعویٰ ہے۔ لیکن مصری صاحب کہتے ہیں کہ دونوں فقرے ان کے صحیح ہیں مگر ان سے ہم نے جو نتیجہ نکالا ہے وہ غلط ہے۔ ان دونوں فقروں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ منکسر المزاج ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں تشریحوں میں سے کون سی صحیح ہے۔

مصری صاحب اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دلیل یہ دیتے ہیں کہ چونکہ میرے خطوط کے بعض دوسرے فقروں میں انکسار پایا جاتا ہے اس لئے اس فقرہ کے یہ معنے کہ میں کوئی متکبرانہ دعویٰ کرتا ہوں غلط ہے۔ گویا ان کے دعویٰ کی بناء یہ ہے کہ میرے خطوط میں چونکہ ایسے فقرات موجود ہیں جن میں انکسار پایا جاتا ہے اس لئے جو بھی دوسرا فقرہ ہو اس کے معنے بہر حال انکسار کے ہی لینے پڑیں گے۔ مگر ان کی یہ دلیل قطعاً غلط ہے اس لئے کہ اخلاقیات میں قاعدہ یہی ہے جسے ہر شخص جانتا ہے کہ تکبر انکسار کو باطل کرتا ہے انکسار تکبر کو باطل نہیں کرتا۔ ایک شخص دن میں پچاس دفعہ سچ بولے اور ایک دفعہ جھوٹ تو اسے سچا نہیں کہا جائے گا۔ اور یہی کہیں گے کہ پچاس دفعہ سچ بولنے میں اسے جھوٹ کی ضرورت پیش نہیں آئی

اور جب اس کی ضرورت پیش آئی اس نے جھٹ جھوٹ بول دیا۔ یا مثلاً ایک شخص چار نمازیں پڑھتا ہے مگر پانچویں چھوڑ دیتا ہے تو اسے نمازی نہیں کہا جاتا اور نہ وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نمازی ہوں۔ ہم یہ نہیں کہیں گے کہ اس نے چار نمازیں پڑھ لی ہیں اس لئے سمجھو ساری پڑھ لیں بلکہ یہ کہیں گے کہ ایک چھوڑ دی تو گویا ساری چھوڑ دیں۔ ایک شخص سارا سال کسی کو نہیں مارتا مگر سال کے آخر پر مار دیتا ہے تو کیا قانون اسے اس وجہ سے کہ اُس نے سارا سال نہیں مارا، بے گناہ قرار دے دے گا اور کیا وہ سال بھر کسی کو نہ مارنا اپنی بے گناہی کے ثبوت میں پیش کرسکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ چونکہ میں نے سارا سال نہیں مارا اس لئے میرے ایک دفعہ مارنے کو مارنا نہ کہو۔ کیونکہ اگر اس کا ایک دفعہ مارنا ثابت ہو جائے تو وہ مارکھنڈ ہوگا بشرطیکہ ایسی وجوہ موجود نہ ہوں جو اسے معذور قرار دیتی ہوں۔ چور روز چوری نہیں کیا کرتے پھر کیا اس وجہ سے ایک چور یہ کہہ سکتا ہے کہ میں پچاس دن سادھ رہتا ہوں مگر مجھے کوئی سادھ نہیں کہتا لیکن ایک دن چوری کرتا ہوں تو سب چور کہنے لگ جاتے ہیں۔ چونکہ جُرم انسانی فطرت کے خلاف ہے اس لئے جو شخص خلافِ فطرت فعل کرتا ہے، وہ اسی نام سے پکارا جائے گا اور جو بات اس سے فطرت کے مطابق ظاہر ہوتی ہے وہ عادتاً ہے نیکی نہیں۔ پس یہ کہنا کہ چونکہ مصری صاحب نے انکسار کا دعویٰ کیا ہے اس لئے تکبر کا دعویٰ ان کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا، غلط ہے۔ مذہبی دنیا میں انکسار خوبی ہے اور کبر عیب۔ اور یہ بات انسانی فطرت میں داخل ہے کہ وہ عیب کو چھپاتا اور نیکی کو ظاہر کرتا ہے۔ اپنی خوبی کو وہ تکلّف سے ظاہر کرتا اور بدی کو چُھپاتا ہے اور اس کوشش کے باوجود اگر کسی موقع پر وہ اپنی بدی کا اقرار کرتا ہے تو سمجھا جائے گا کہ اس کی نیکی تکلّف اور بناوٹ سے تھی۔ کیا کوئی مومن کبھی نماز چھوڑ سکتا ہے؟ اور جو شخص ایک دفعہ بھی نماز چھوڑنے کا اقرار کرتا ہے اُس کی نسبت ماننا پڑے گا کہ وہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ نمازی نہیں اس کا نماز پڑھنا خاص اغراض کے ماتحت تھا۔ جو شخص سچا ہے وہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا اور اگر ایک دفعہ جھوٹ بولنے کا اقرار اُس کے منہ سے نکل جائے تو اس کے سارے سچ پر پانی پھر جائے گا۔ پھر اگر نئے سِرے سے توبہ کر کے سچ بولنا شروع کر دے تو ہم اسے سچا کہیں گے ورنہ نہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوگا کہ ہم کہیں اس نے دس سچ بولے تھے اگر ایک جھوٹ بول دیا تو کیا ہوا۔

غرض وہ کام جو دنیا میں نیکی سمجھے جاتے ہیں، انسان ان کو تکلّف سے بھی ظاہر کرتا ہے اور بدی کو چھپاتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ عیسائی تین خداؤں کے قائل ہیں۔ مگر کسی عیسائی سے پوچھو تو وہ یہی کہے

گا کہ ہم ایک ہی خدا کو مانتے ہیں۔ توحید چونکہ انسانی فطرت میں داخل ہے اس لئے کسی عیسائی کو یہ جرأت نہیں ہوگی کہ کہے ہم تین خدا مانتے ہیں۔ میں نے تو آج تک جتنے بڑے بڑے پادریوں سے گفتگو کی ہے ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ اقرار نہیں کیا کہ ہم تین خداؤں کے قائل ہیں۔ جب بھی تثلیث کا مسئلہ چھیڑا جائے وہ یہی کہیں گے کہ ہم مشرک نہیں موحد ہیں۔ تثلیث کا مسئلہ ایک باریک مسئلہ ہے، آپ اسے آرام سے سُنیں تب آپ کی سمجھ میں آئے گا۔ بلکہ میں نے عیسائیوں کی کئی کتب میں پڑھا ہے کہ مسلمان ہمیں مشرک کہتے ہیں حالانکہ ہم ایک خدا کو مانتے ہیں اور جب تین کہتے ہیں تو اس کی کچھ تشریح اور توضیح اور ہوتی ہے اور پھر وہ اس تثلیثی عقیدہ کو کئی کئی پردوں میں چُھپاتے ہیں مگر منہ سے یہی کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ یہی حال اَور دعووں کا ہے۔ جو صداقت کے خلاف لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ یعنی جو بات فطرت کے خلاف ہو اُس کا اظہار پوری طرح نہیں کریں گے، اتفاقاً نکل جائے تو نکل جائے۔ آریہ نیوگ کو مانتے ہیں مگر اس کے متعلق کبھی کسی آریہ سے سوال کرو تو وہ لڑنے لگ جائے گا۔ تو کیا پھر اس کے معنے یہ ہوں گے کہ ان پر غلط الزام لگایا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ انسانی فطرت نیکی کو تکلّف سے ظاہر کرتی اور بدی کو چُھپاتی ہے اس لئے آریہ نیوگ سے انکار کرتا ہے اور اس قدر احتیاط کے باوجود جب کوئی بدی کا اقرار کرے تو اس کے یقینی طور پر یہی معنے ہوتے ہیں کہ وہ اس کے اندر موجود ہے۔

انبیاء کو دعوے کرنے پڑتے ہیں مگر کبھی کوئی شخص یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ کسی نبی نے کہا ہو میں ایسا کرسکتا ہوں یا کردوں گا۔ نبی ہمیشہ یہی کہے گا کہ میرا خدا یوں کردے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری عمر میں کوئی ایسا فقرہ نہیں مل سکتا کہ میں ایسا کردوں گا۔ انبیاء کی تو بڑی شان ہوتی ہے۔ میرے متعلق مصری صاحب کہتے ہیں کہ مجھے خلافت پر گھمنڈ ہے۔ لیکن میری کسی تحریر میں سے ہی کوئی ایسا فقرہ دکھا دیں کہ میں نے کہا ہو میں ایسا کردوں گا۔ ہاں یہ میں نے سینکڑوں مرتبہ کہا ہے کہ خدا تعالیٰ میری نصرت کرے گا اور کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایسے مقام پر کھڑا کیا ہے کہ جو مجھ پر حملہ کرے گا وہ تباہ ہو جائے گا اور یہ میں اب بھی کہتا ہوں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پیغام ہے جس کا پہنچانا میرا فرض ہے۔ اس کے سِوا کوئی ثابت کردے کہ کسی چھوٹے سے چھوٹے آدمی نے بھی مجھے دھمکی دی ہو اور میں نے اسے کہا ہو کہ میں تمہیں سیدھا کردوں گا۔ میرا ہزاروں، لاکھوں

انسانوں سے واسطہ ہے کوئی بتا دے اگر میں نے کبھی ایسا کہا ہو۔ میں نے کبھی شدید غصہ کی حالت میں بھی ایسی بات نہیں کہی۔ مصری صاحب نے تو چند سطور لکھی ہیں۔ میری تحریرات کا سلسلہ بہت وسیع ہے کسی جگہ کوئی یہ لکھا ہوُا دکھا دے کہ میں یوں کر دوں گا، میں دنیا کو دکھا دوں گا۔

پس انبیاء، خلفاء اور صلحاء کا یہی طریق ہے کہ وہ متکبرانہ الفاظ کبھی منہ سے نہیں نکالتے۔ انہوں نے جب بھی بڑائی کا اظہار کرنا ہوُا سے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کریں گے اپنی طرف نہیں۔ اور اگر کبھی اپنی کسی طاقت کا اظہار کریں تو ایسے موقع پر جب یہ کہنا ہو کہ مجھے یہ سامان تو میسر ہے مگر میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے اس کو استعمال نہیں کرسکتا۔ یہ بھی انکسار کا رنگ ہوتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی حکومت کا جوُا اپنی گردن پر ہونے کا اظہار اس میں کیا جاتا ہے۔

غرض مصری صاحب کے خطوں میں منکسرانہ الفاظ کا استعمال کوئی عجیب بات نہیں۔ کوئی شخص خواہ کتنا بڑا متکبر کیوں نہ ہو وہ ایسے الفاظ بھی ضرور استعمال کرتا ہے۔ کیونکہ اس طرح لوگوں کی ہمدردی حاصل کی جاسکتی ہے اور جذباتِ رحم کو اپیل کر کے فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو شداد اور نمرود نے کبھی ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے تھے۔ بڑے سے بڑے جابر بادشاہ بھی منکسرانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ان سے مستغنی نہیں ہوسکتے۔ مگر جب موقع آتا ہے اصل حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ ہندوستان میں ایک مثل مشہور ہے۔ لکھنؤ اور دہلی والوں میں ہمیشہ کسرِ نفسی کا مقابلہ رہتا ہے۔ دونوں اپنے آپ کو زیادہ مہذب اور صاحبِ اخلاق ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں دہلی کے ایک مرزا صاحب اور لکھنؤ کے میر صاحب ریل گاڑی پر سوار ہونے کیلئے اسٹیشن پر آئے۔ دونوں کو اپنی تہذیب اور اپنے شہر کی عزت کا خیال تھا۔ مرزا صاحب جُھکے اور میر صاحب سے کہا قبلہ! تشریف رکھئے۔ اِدھر میر صاحب ان سے بھی ایک بالشت زیادہ جھکے اور کہنے لگے کہ نہیں مرزا صاحب آپ پہلے تشریف رکھئے۔ اس ہیچ میرزا کی کیا طاقت ہے کہ آپ کی موجودگی میں پہلے بیٹھ سکے۔ ادھر مرزا صاحب کچھ اور جُھکے اور کہنے لگے کہ نہیں جناب! اس فقیر حقیر کی کیا مجال ہے کہ اتنی بے ادبی اور گستاخی کر سکے۔ اتنے میں گاڑی نے سیٹی دی اور چلنے لگی اور یہ دونوں بھاگے۔ وہ اسے کہنی مارے کہ خبیث! پیچھے ہٹ میں رہ جاؤں گا اور وہ اسے پرے ہٹائے کہ کمبخت! مجھے سوار ہونے دے۔ یہ مثال اسی امر کے اظہار کیلئے ہے کہ انکسار کا مظاہرہ تکبر کی اصلیت کو چھپا نہیں سکتا۔ تمام اظہارِ انکسار کے باوجود تکبر باہر پھوٹ آتا ہے۔

پس مصری صاحب اپنے منکسرانہ الفاظ سے کس طرح یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ وہ متکبر نہیں ہیں ۔ سوال تو یہ ہے کہ اگر وہ منکسر المزاج ہیں تو یہ کبر کے الفاظ ان کے منہ سے کس طرح نکل سکتے تھے ۔ ان کے منکسرانہ الفاظ کو استعمال کرنے کی وجہ تو یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو نیک ثابت کرنا چاہتے تھے لیکن کبر کے الفاظ کو استعمال کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے ۔ کیا وہ اپنے آپ کو بد بھی ظاہر کرنا چاہتے تھے ۔ سچ بولنے کا دعویٰ کرنا تو مفید ہو سکتا ہے لیکن جھوٹ بولنے کا دعویٰ کرنا نقصان کا موجب ہے ۔ اور نقصان انسان کبھی جان بوجھ کر نہیں کیا کرتا ۔ پس اپنے خطوط میں بعض انکسار کے الفاظ بتا کر یہ نتیجہ نکالنا کہ میں نے کبر کے الفاظ نہیں کہے غلط ہے ۔ ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ ان کے زیر بحث الفاظ کبر کے الفاظ ہیں یا نہیں ۔ اگر ہیں تو وہ انکسار کے الفاظ کی ایک کتاب بھی کیوں نہ پیش کر دیں ان کا تکبر ثابت ہے ۔ کیا تم سمجھتے ہو فرعون ہر روز خدائی کا دعویٰ کیا کرتا تھا ؟ وہ ہمیشہ بُتوں کے سامنے جُھکتا اور انکسار ظاہر کرتا تھا ۔ صرف ایک دفعہ غصہ میں اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے کہہ دیا کہ میں خدا ہوں اور خدا تعالیٰ نے اُس کے اِس کبر والے فقرے سے اسے مجرم قرار دیا ۔ پس اگر مصری صاحب کے خطوط میں دس ہزار فقرے بھی انکسار کے ہوں اور صرف ایک فقرہ متکبرانہ ہو تو ہر ایک یہی کہے گا کہ وہ سب بناوٹ تھی ۔ اور اس ایک ہی فقرہ نے ان کے اندرونہ کو ظاہر کر دیا ہے ۔

پس ہمارے لئے صرف ایک ہی سوال ہے کہ وہ زیر بحث فقرہ ان کے خطوط میں موجود ہے یا نہیں ۔ میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ متکبرانہ فقرہ وہی ہے جو انسان خود اپنی طرف منسوب کرے ۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ یا قرآن کریم کی طرف منسوب کر کے کوئی شخص اپنی نسبت کوئی دعویٰ کرے تو ہم اس کے متعلق یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اس کا دعویٰ غلط ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ کہنے والا متکبر ہے ۔ لیکن جب بغیر خدا کا نام لئے بڑائی اپنی طرف منسوب کرے تو وہ کبر کہلائے گا ۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا مصری صاحب کو الہام سے کھڑا ہونے کا دعویٰ ہے اس وقت تک تو مجھے یہ علم نہیں کہ ان کو ایسا دعویٰ ہے کہ ان کو خدا تعالیٰ نے کھڑا کیا ہے اور اس نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کے مخالف سب شکست کھا جائیں گے اور کامیابی انہی کے لئے ہوگی ۔ اگر ان کا کوئی ایسا دعویٰ اس فقرہ کے ساتھ موجود ہے تو اپنے زیر بحث فقرہ کے متعلق انہیں اس قسم کی توجیہہ کا حق ہے ، اس سے قبل ہرگز نہیں ۔ اس سے پہلے اگر وہ اپنی بڑائی کا اظہار کریں تو وہ کبر ہوگا اور اس فقرہ میں کوئی ایسا اشارہ نہیں جس سے خیال ہو سکے کہ یہ بات انہوں نے خدا تعالیٰ کی

طرف منسوب کی ہے چنانچہ اس کے مندرجہ ذیل الفاظ قابلِ غور ہیں۔

''کیونکہ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس شخص (مصری صاحب) کو جماعت میں عزت حاصل ہے۔مستریوں کے متعلق تو اس قسم کے عُذر گھڑ لئے گئے تھے کہ ان کے خلاف مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا یا ان کی لڑکی پر سوت لانے کا مشورہ دیا تھا۔مگر یہاں اس قسم کا کوئی عُذر بھی نہیں چل سکتا۔اس (مصری صاحب) کے اخلاص میں کوئی دھبہ نہیں لگایا جاسکتا۔اس (مصری صاحب) کی بات کو جماعت مستریوں کی طرح ردّ نہیں کرے گی بلکہ اسے اس پر کان دھرنا پڑے گا اور وہ ضرور دھرے گی''۔

ممکن ہے کوئی شخص خیال کرے کہ وہ تو کہتے ہیں کہ میں نے یہ لکھا ہے کہ ''آپ جانتے تھے'' اور خود تو یہ دعویٰ نہیں کیا۔لیکن میں اُردو اور پنجابی کی مثالوں سے ثابت کرتا ہوں کہ اس فقرہ کے کہ ''آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس شخص کو جماعت میں عزت حاصل ہے'' یہ معنی ہیں کہ کہنے والے کا دعویٰ ہے کہ وہ بڑا اور صاحبِ عزت آدمی ہے۔پنجابی میں بھی اس محاورہ کے یہی معنی ہیں اور اُردو میں بھی۔اور چونکہ اُردو دان پڑھے لکھے ہونے کی وجہ سے بآسانی سمجھ سکتے ہیں مَیں پہلے پنجابی کا محاورہ لیتا ہوں۔

کسی گاؤں میں کوئی جاٹ کسی بنئے سے لڑے اور کہے کہ ''تُوں جاننا ایں میں تینوں اِک مُکّا ماراں تے سارے دند کڈ سٹاں۔'' یعنی تم جانتے ہو کہ اگر میں ایک مُکّا ماروں تو تمہارے سارے دانت نکال دوں۔تو کیا اس کے یہ معنے ہوں گے کہ جاٹ بنئے سے یہ کہہ رہا ہے کہ میں تو بالکل کمزور آدمی ہوں مگر تیرا یہ خیال ہے کہ اگر میں تجھے ایک مُکّا ماروں تو تیرے سارے دانت نکل جائیں یا اس کے یہ معنے ہیں کہ جاٹ خود یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اتنا طاقتور ہے کہ ایک گھونسہ مارے تو بنئے کے سارے دانت توڑ دے۔اس کے معنی کوئی عقلمند یہ نہیں لے گا کہ جاٹ کا مطلب اس سے یہ ہے کہ یہ فقط بنئے کا خیال ہے بلکہ اس کے معنے یہی لئے جائیں گے کہ جاٹ کے خیال میں جاٹ کا یہ دعویٰ ایسا ظاہر اور ثابت ہے کہ بنیا بھی اس سے ناواقف نہیں۔وہ اتنی ثابت شُدہ اور واضح حقیقت ہے کہ وہی نہیں بنیا بھی اس سے خوب واقف ہے۔اس میں نفی نہیں بلکہ اقرار ہے کہ وہ ایسا ہے بلکہ اس کے ایسا طاقتور ہونے کی دوسروں کو بھی خبر ہے اور دشمن بھی اس سے واقف ہیں۔غرض یہ الفاظ دعویٰ کو زیادہ مضبوط کرتے ہیں اور اس کے زور کو کم نہیں کرتے۔پنجابی میں تو ''جاننا ایں'' کی بجائے ''تینوں پتہ اے'' بھی کہتے ہیں اور اس کا یہ مطلب

نہیں ہوتا کہ تیرا خیال ہے بلکہ یہ کہ یہ امرِ واقعہ ہے۔

اُردو میں بھی یہ محاورہ استعمال ہوتا ہے، یعنی جب کہیں کہ '' تُو جانتا ہے'' تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ تیرا وہم ہے بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ میری اس طاقت کا تجھے بھی علم ہے۔ اور جب یہ کہنا ہو کہ یہ محض تمہارا خیال ہے، واقعہ میں نہیں تو اردو میں تو کہتے ہیں کہ یہ تمہارا خیال ہے۔ اور پنجابی میں کہتے ہیں۔ ''تینوں ایویں وہم'' ہے۔ اس تشریح کو مدنظر رکھتے ہوئے مصری صاحب کا فقرہ پڑھو جو یہ ہے کہ '' آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس شخص (مصری صاحب) کو جماعت میں عزت حاصل ہے''۔ اس کے صاف معنی یہی ہیں کہ میری عزت کوئی چھپی ہوئی بات نہیں۔ یہ اتنی ظاہر بات ہے کہ تمہیں بھی اس کا پتہ ہے۔ پنجابی میں اس کا ترجمہ یہ ہوگا۔ ''تہانوں چنگی طرح پتہ سی کہ مصری صاحب دی جماعت وچ بڑی عزت ہے''۔ صاف ظاہر ہے کہ اس کے معنی یہی ہیں کہ مجھے جماعت میں اتنی عزت حاصل ہے کہ خلیفہ کو بھی اس کا علم ہے۔ '' جانتے تھے'' کے الفاظ سے اگر کچھ نکلتا ہے تو یہ کہ مصری صاحب اپنی عزت کو اتنا بڑا سمجھتے ہیں کہ انہیں یقین ہے کہ خلیفہ بھی اس سے ناواقف نہیں ہوسکتا۔ اور اس نے خوب ٹھوک بجا کر دیکھ لیا ہے کہ مجھے عزت حاصل ہے۔ یہ دعویٰ کوئی معمولی دعویٰ نہیں۔ پس قواعدِ زبان اُردو اور پنجابی کے مطابق ان کے اس فقرہ کا یہی مطلب ہے کہ مصری صاحب کو جماعت میں اپنی عزت کا یقین ہے۔ لفظ '' جاننے'' کے بعد جو فقرہ ہو وہ دعویٰ ہوتا ہے جس پر کہنے والے کا اعتماد اور یقین ہوتا ہے۔ زبان اردو کے قاعدہ کے مطابق بھی اور پنجابی کے محاورہ کے مطابق بھی اس کے یہی معنے ہیں کہ مجھے دعویٰ ہے کہ مجھے جماعت میں عزت حاصل ہے اور یہ کوئی مخفی بات نہیں۔ میرا دشمن بھی یہ جانتا ہے کہ مجھے عزت حاصل ہے اور اس تشریح کو مدنظر رکھتے ہوئے مصری صاحب کے اس فقرہ کا تفسیری ترجمہ یہ بنے گا کہ نہ صرف یہ کہ مجھے ہی اس بات کا پتہ ہے بلکہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ مجھے جماعت میں عزت حاصل ہے۔ مستریوں کے متعلق تو یہ عُذر گھڑ لیا گیا تھا کہ ان کے خلاف مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا یا ان کی لڑکی پرسوت لانے کا مشورہ دیا تھا مگر میرے (مصری صاحب کے) کے متعلق کوئی ایسا عذر نہ چل سکتا۔ میری (مصری صاحب کی) بات پر اسے کان دھرنا پڑے گا اور وہ ضرور دھرے گی۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ فقرہ تکبر کا ہے یا انکسار کا۔

پھر وہ کہتے ہیں کہ میں نے جو یہ لکھا تھا کہ میری بات پر جماعت ضرور کان دھرے گی۔ اس کا

یہ مطلب نہیں تھا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے جماعت میں عزت حاصل ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھ پر کوئی الزام نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ''اب احباب خود ہی غور فرمائیں کہ میری عبارت میں کیا کان دھرنے کی وجہ اثر ورسوخ بتائی گئی ہے یا اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ میری طرف نہ تو کوئی دُنیوی غرض منسوب کی جاسکتی ہے جیسی مستریوں کی طرف کی گئی اور نہ کوئی ایسی بات پیش کی جاسکتی ہے جیسی مستریوں کی طرف کی گئی تھی''۔ گویا یہ عزت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے کہا تھا کہ مجھ پر کوئی الزام نہیں۔ اب میں پھر ان کا وہ فقرہ پڑھ دیتا ہوں تا احباب غور کرسکیں کہ کیا اردو کے قاعدہ کے لحاظ سے اس کے یہ معنے بن سکتے ہیں جو مصری صاحب ظاہر کرتے ہیں۔ ان کا فقرہ یہ ہے'' کیونکہ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس شخص کو جماعت میں عزت حاصل ہے مستریوں کے متعلق تو اس قسم کے عُذر گھڑ لئے گئے تھے کہ ان کے خلاف مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا۔ یا ان کی لڑکی پر سوت لانے کا مشورہ دیا تھا مگر یہاں اس قسم کا کوئی عذر نہیں چل سکتا۔ اس کے اخلاص میں کوئی دھبہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اس کی بات کو جماعت مستریوں کی طرح ردّ نہیں کرے گی بلکہ اسے اس پر کان دھرنا پڑے گا''۔

اس عبارت میں'' کان دھرنے'' کے دعویٰ سے پہلے دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ مصری صاحب کو جماعت میں عزت حاصل ہے دوسری یہ کہ ان پر مستریوں کی طرح کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ پھر عجیب بات ہے کہ مصری صاحب کہتے ہیں کہ ان میں سے دوسری تو کان دھرنے کا سبب ہے پہلی نہیں۔ جب دو باتیں جو دونوں سبب کان دھرنے کا ہوسکتی ہیں اکٹھی مذکور ہیں تو ایک کو وجہ قرار دینا اور دوسری کو مستثنیٰ قرار دینا کس طرح جائز ہے۔ اگر کوئی دلیل ہے تو مصری صاحب پیش کریں۔ ورنہ زبان کے قاعدہ کے مطابق یہ دونوں باتیں لازماً کان دھرنے کا سبب قرار پائیں گی اور کان دھرنا دونوں ہی کا نتیجہ سمجھا جائے گا۔ میں اس مضمون کو ایک اور مثال سے واضح کرتا ہوں۔ اگر کوئی شخص کہے میں لمبے قد کا ہوں اور گھوڑے پر سوار ہوں، اس لئے میرا ہاتھ چھت تک جاسکتا ہے تو اس کے معنے یہی ہوں گے کہ اپنا ہاتھ چھت پر پہنچنے کی وجہ وہ شخص اپنے لمبے ہونے کو نہیں بیان کرتا نہ گھوڑے پر سوار ہونے کو بلکہ لمبا ہونے اور گھوڑے پر سوار ہونے کے مجموعہ کو ہاتھ پہنچنے کا سبب قرار دیتا ہے۔ پس مصری صاحب کے زیر بحث فقرہ کے معنے اُردو زبان کے عام قاعدہ کے رُو سے یہی ہیں کہ وہ جماعت کے کان دھرنے کے دو سبب بیان کرتے ہیں۔ ایک عزت حاصل ہونا اور دوسرے کسی الزام کا نہ ہونا اور یہی ہم

کہتے ہیں۔

ایک دلیل مصری صاحب یہ دیتے ہیں کہ عزت کا حاصل ہونا اور بات ہے اور خلیفہ کے مقابل پر عزت حاصل ہونا اور بات ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے یہ تو کہا ہے کہ عزت حاصل ہے مگر یہ تو نہیں کہا کہ خلیفہ کے مقابل پر مجھے عزت حاصل ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ ان کی یہ بات صحیح ہے کہ ان دونوں باتوں میں فرق ہے اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ انہوں نے صرف عزت کا حاصل ہونا کہا ہے، خلیفہ کے مقابلہ پر عزت کا دعویٰ نہیں کیا تو ہم مان لیں گے کہ ان کی اتنی بات صحیح ہے۔ مثلاً کسی گاؤں کا کوئی نمبردار ہے، اس گاؤں کے دس بارہ گھر ہیں اور وہ کہتا ہے کہ میں ایک معزز آدمی ہوں تو کسی کا اسے یہ کہنا کہ اگر تُو معزز ہے تو چل بادشاہ کا مقابلہ کر، بالکل غلط مطالبہ ہوگا۔ کیونکہ اُس نے تو اپنے گاؤں میں عزت کا دعویٰ کیا ہے نہ کہ بادشاہ کے مقابل پر۔ پس اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مصری صاحب نے صرف عزت کا دعویٰ کیا ہے خلیفہ کے مقابلہ پر عزت کا دعویٰ نہیں کیا، تو ان کی یہ بات صحیح ماننی پڑے گی۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ فقرہ انہوں نے خلیفہ کے متعلق لکھا ہے یا کسی اور کے متعلق۔ جب انہوں نے یہ کہا تھا کہ ''آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس شخص کو جماعت میں عزت حاصل ہے''۔ تو اس ''آپ'' سے ان کی مراد خلیفہ تھی یا محلّہ دارالرحمت کا پریذیڈنٹ؟ بالفاظ دیگر مصری صاحب کا یہ فقرہ یوں ہے۔

''کیونکہ خلیفہ صاحب اچھی طرح جانتے تھے کہ مصری صاحب کو جماعت میں عزت حاصل ہے۔ مستریوں کے متعلق تو اس قسم کے عُذر گھڑ لئے گئے تھے کہ ان کے خلاف مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا یا ان کی لڑکی پر سوت لانے کا مشورہ دیا تھا۔ مگر مصری صاحب کے متعلق اس قسم کا کوئی عُذر بھی نہیں چل سکتا۔ مصری صاحب کے اخلاص میں کوئی دھبہ نہیں لگایا جا سکتا۔ مصری صاحب کی بات کو جو وہ خلیفہ کی مخالفت میں کہیں گے جماعت مستریوں کی طرح ردّ نہیں کرے گی بلکہ مصری صاحب کی بات پر جو وہ خلیفہ کی مخالفت میں کہیں گے جماعت کو کان دھرنا پڑے گا اور وہ ضرور دھرے گی''۔

اب مصری صاحب بتائیں کہ کیا ان کے فقرہ کی یہ تشریح ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو پھر اس فقرہ میں خلیفہ کے بِالمقابل عزت کا سوال ہے یا کسی اَور کے مقابل پر۔ یہ اعتراض جو انہوں نے کرنے تھے، مجھ پر کرنے تھے یا مولوی اللہ دتا صاحب پر؟ اور جماعت نے کان ان اعتراضوں پر دھرنا تھا جو مولوی اللہ دتا صاحب پر کئے جانے والے تھے یا ان پر جو خلیفۂ وقت پر کئے جانے تھے؟ اگر آخری بات درست ہے تو

ان کی یہ تشریح کہ عزت سے مراد عام عزت تھی نہ کہ خلیفۂ وقت کے مقابل پر عزت، کس قدر غلط ہے۔ بات بالکل واضح ہے کہ ان کا دعویٰ خلیفہ کے مقابل پر ہے۔ وہ بی اے مولوی فاضل اور ایک علمی مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر تھے کیا وہ اردو زبان کے ابتدائی قواعد سے بھی واقف نہیں ہیں کہ ایسی باتیں کرتے ہیں یا یہ کہ وہ واقف تو ہیں مگر لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ پس گو اس میں شبہ نہیں کہ خالی عزت کا دعویٰ اور خلیفہ کے مقابل پر عزت کا دعویٰ دو الگ الگ باتیں ہیں مگر ان کا دعویٰ جیسا کہ میں نے ثابت کیا ہے خلیفہ کے مقابل پر ہے وہ اس امر میں توازن کرتے ہیں کہ جماعت میں میری بات مانے گی یا خلیفہ کی۔ اور فیصلہ کرتے ہیں کہ میری مانے گی۔

ایک اور طرح بھی اس فقرہ کو حل کیا جا سکتا ہے یعنی ان کے بتائے ہوئے مطلب کو فقرہ میں شامل کر کے دیکھا جائے کہ کیا اس کے کوئی معقول معنے بھی بن سکتے ہیں۔ سو ان کے بیان کردہ مطلب کو اگر فقرہ میں داخل کیا جائے تو فقرہ یوں بنتا ہے مجھے آپ کے مقابلہ پر کوئی دعویٰ عزت کا نہیں مجھے تو صرف مدرسہ احمدیہ میں عزت حاصل ہے اس لئے جب میں آپ کے بِالمقابل کھڑا ہو کر آپ پر اعتراض کروں گا جماعت میری بات ضرور سُنے گی اور اسے میری بات سننی پڑے گی۔ کیا اس قسم کا فقرہ احمقانہ فقرہ کہلائے گا یا نہیں؟ کیونکہ سبب مسبب کا موجب نہیں ہے بلکہ اس کے مخالف ہے۔ اگر ایسا فقرہ کہنا جائز ہو تو پھر یہ کہنا بھی جائز ہوگا کہ دیکھو فلاں شخص کا سانس نہیں چلتا اس لئے وہ زندہ ہے اور فلاں شخص چونکہ دوڑ رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مر چکا ہے۔ اگر مصری صاحب کا پہلا فقرہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ مجھے آپ کے مقابلہ میں عزت حاصل نہیں تو اس کا نتیجہ کیونکر نکلا کہ جماعت ان کی بات سُنے گی۔ اگر اس فقرہ کا وہ مطلب تھا تو نتیجہ یہ نکلنا چاہئے تھا کہ جماعت ان کی بات نہیں سُنے گی۔

پھر مصری صاحب کہتے ہیں کہ میں نے تو لکھا تھا کہ آپ جانتے تھے اس لئے میرا دعویٰ ماضی کے متعلق تھا موجودہ زمانہ کے متعلق تو نہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا ماضی کا تکبر تکبر نہیں ہوتا؟ اگر کوئی شخص کہے میں نے تو کل کہا تھا کہ میں خدا ہوں آج تو نہیں کہا، آج لوگ مجھ پر کیوں اعتراض کرتے ہیں۔ تو کیا اس کا یہ کہنا درست ہوگا؟ ہم اس شخص سے کہیں گے کہ تم نے توبہ کب کی کہ اعتراض سے بچ جاؤ۔ یہی ہم مصری صاحب سے کہتے ہیں کہ اگر یہ فقرہ ماضی کا تھا تو کیا آپ نے اپنے اس خیال سے توبہ کر لی ہے؟ اگر سوال یہ ہوتا کہ اب آپ کو عزت حاصل ہے یا نہیں تو آپ کا جواب کافی تھا۔ مگر سوال تو یہ ہے

کہ آپ نے ایک متکبرانہ دعویٰ کیا ہے ایسے دعویٰ کا اظہار جو ماضی میں کیا گیا ہو یا حال میں ایک ہی حیثیت رکھتا ہے۔

غرض مصری صاحب کی اس دلیل کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ماضی کا تکبر بھی تکبر ہی ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس تکبر سے تو بہ انہوں نے کبھی نہیں کی اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ غلط ہے کہ یہ دعویٰ ماضی کے زمانہ کے متعلق ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ چونکہ آپ کو پتہ تھا کہ میں جو اعتراض آپ پر کروں گا جماعت اس کو ضرور سُنے گی، اس لئے میرے خلاف اندر ہی اندر پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا۔ اور یہ بات معلوم کرنی بالکل آسان ہے کہ میں نے مصری صاحب کے خلاف کب پروپیگنڈا کیا۔ آیا اس خطبہ کے بعد یا پہلے؟ مصری صاحب کہتے ہیں کہ یہ بات کسی گزشتہ زمانہ سے تعلق رکھتی ہے یعنی دو سال قبل۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس خط سے قبل جو ۱۰؍ جون کا ہے میں نے ان کے خلاف کون سا پراپیگنڈا کیا تھا۔ آپ لوگ اپنے دلوں میں سوچ لیں کہ کبھی میں نے کسی سے کہا کہ شیخ صاحب کی عزت نہ کی جائے یا وہ بُرے آدمی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کا یہ دعویٰ خط لکھنے کے وقت تھا کہ جماعت میں ان کو عزت حاصل ہے۔ پس اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس خط سے قبل جماعت کی کثرت شیخ صاحب سے متنفر ہو چکی تھی تو ان کی بات سچ ثابت ہو جائے گی۔ لیکن اگر اتنی بڑی جماعت میں سے کوئی آدمی بھی ایسا نہیں مل سکتا جو یہ کہے کہ میں نے اس سے شیخ صاحب کے خلاف باتیں کیں اور اُس نے اس کے اثر کے ماتحت شیخ صاحب سے نفرت کرنی شروع کر دی تو پھر ان کا یہ دعویٰ خود بخود غلط ثابت ہو جائے گا۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میاں فخر الدین صاحب کے اخراج سے چار پانچ ماہ قبل مجھے محکمہ خاص کی طرف سے تین چار رپورٹیں آئیں کہ فخر الدین صاحب، مصری صاحب اور مصباح الدین صاحب اکٹھے مل مل کر باتیں کرتے ہیں اور اکثر دفعہ مغرب کی نماز بھی باتوں میں ضائع کر دیتے ہیں۔ تو میں نے ایک رپورٹ پر لکھا کہ میں نے تم لوگوں کو منافقوں اور مخالفوں کی جانچ کیلئے مقرر کیا ہوا ہے، مصری صاحب کی جانچ کیلئے نہیں اور انہیں زجر کی کہ آئندہ ایسی رپورٹ نہ آئے۔ اسی طرح گزشتہ سال ایک دوست نے سندھ سے ان تینوں اور چند اور آدمیوں کے متعلق لکھا کہ یہ ایک ٹریکٹ آپ کے خلاف مخفی طور پر جلسہ کے موقع پر شائع کرنا چاہتے ہیں۔ تو میں نے انہیں لکھا کہ میں یہ بات بغیر ثبوت کے نہیں مانتا، آپ گواہ پیش کریں۔ گویا فخر الدین صاحب کے اخراج سے چار پانچ ماہ قبل تک اس بات کا تحریری

ثبوت موجود ہے کہ میں مصری صاحب کو منافق نہیں سمجھتا تھا اور میں نے تحریری طور پر ان لوگوں کو ڈانٹا جو ان کے متعلق رپورٹیں دیتے تھے اور لکھا کہ وہ مخلص آدمی ہیں ان کے متعلق کیوں رپورٹیں کرتے ہو۔ میرا سب سے زیادہ رازدان محکمہ تحقیقات ہی ہوسکتا ہے۔ وہ اُس وقت کئی حرکات کر چکے تھے جن کو وہ محکمہ جانتا تھا مگر میں ان حرکات کو بالکل وقتی غلطیاں سمجھتا تھا۔ پس جبکہ ان کے دعویٰ کی بنیاد یہ ہے کہ انہیں میرے پروپیگنڈا سے پہلے عزت حاصل تھی اور میرا پروپیگنڈا اگر کوئی ہے تو اس خط کے بعد ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عزت کا مقام انہیں خط لکھنے تک حاصل تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے خطوط میں انکسار والے فقرات بناوٹی اور اپنے لئے جذباتِ رحم پیدا کرنے اور لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنے کیلئے ہیں ان کی اصل حالت کبر والی ہی ہے۔

ایک شکوہ مصری صاحب کو یہ ہے کہ مجھے گالیاں دی گئیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ خط و کتابت کی ابتداء میں نے کی یا شیخ صاحب نے؟ اگر تو میں نے کی تو مجھ پر اعتراض ہوسکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مصری صاحب نے مجھے جو پہلا خط لکھا اُس کا پہلا ہی فقرہ یہ ہے کہ اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَيْقَظَهَا یعنی فتنہ سو رہا ہے خدا کی لعنت ہو اُس پر جو اِسے جگاتا ہے اور جیسا کہ خط کے مضمون سے ظاہر ہے وہ مجھے فتنہ کو جگانے والا قرار دیتے ہیں۔ پس جو شخص خط کو شروع ہی لعنت سے کرتا ہے اس کا یہ شکوہ کہ مجھے گالیاں دی جاتی ہیں کس طرح درست ہوسکتا ہے۔

پھر اسی اشتہار میں جس میں انہوں نے یہ شکوہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ اے جماعت ''اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَتَبَيَّنُوْا کو جو آپ نے توڑا ہے اس لئے مجھ کو ڈر ہے کہ اس کی وجہ سے آپ کہیں گرفت کے نیچے نہ آ جائیں''۔ قرآن کریم میں فَتَبَيَّنُوْا کا لفظ تین بار آیا ہے۔ دو بار تو سورۃ نساء میں ایک ہی جگہ آیا ہے اور وہاں یہ حکم ہے کہ اگر کوئی نَومسلم کافروں میں سے آ کر کہے کہ میں مسلمان ہوں تو بوجہ اس کے کہ وہ کافروں سے نکل کر آیا ہے، تمہیں چاہئے کہ اس کے متعلق تحقیقات کر لیا کرو۔[1] اور ظاہر ہے کہ یہاں یہ تو سوال ہی نہ تھا۔ دوسرا موقع اس کا سورۃ حجرات میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَافَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ [2] یعنی اے مسلمانو! اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کو نہ مانو جب تک کہ تحقیقات نہ کر لو۔ تا ایسا نہ ہو کہ اس کی بات کو مان کر تم کسی غیر مجرم کو تکلیف پہنچا بیٹھو جس پر تمہیں بعد میں نادم ہونا پڑے۔

اس اشتہار کے مضمون کے مطابق اسی آیت کی طرف مصری صاحب کا اشارہ ہوسکتا ہے۔ گویا مصری صاحب اپنے اس اشتہار میں جماعت کو یہ کہہ رہے ہیں کہ اے احمدیو! خلیفہ نے لکھا ہے کہ میں نے عزت کا دعویٰ کیا ہے اس کی اس بات کو سُن کر تمہیں چاہیئے تھا کہ خلیفہ سے کہہ دیتے کہ اے فاسق! ہم تیری بات کو نہیں مانتے۔ ہم پہلے تحقیق کریں گے اور پھر دیکھیں گے کہ تم سچ کہتے ہو یا جھوٹ۔ مصری صاحب اس طرح نہ یہ کہ مجھے فاسق قرار دیتے ہیں بلکہ ساری جماعت کو تلقین کرتے ہیں کہ اسے بھی میری نسبت یہی عقیدہ رکھنا چاہیئے لیکن ابھی ان کے نزدیک وہ گالی نہیں دیتے۔

پھر اسی اشتہار میں انہوں نے میرے متعلق لکھا ہے کہ ''غلط بات منسوب کرنے والا''، ''جماعت کی عقل اور اخلاص سے کھیلنے والا''، ''تقویٰ سے کوسوں دور''، ''صریح غلط بیانی کرنے والا''، ''پُرفریب رستہ اختیار کرنے والا''۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود مصری صاحب نے کوئی گالی نہیں دی اور جماعت احمدیہ بلا وجہ انہیں گالیاں دے رہی ہے۔

ان کے اس عجیب رویہ پر مجھے حضرت خلیفہ اوّل کا ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ فلاں شخص جو آپ کی مجلس میں بیٹھتا ہے وہ گالیاں بہت دیتا ہے اس کو سمجھائیں۔ جب وہ شخص آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ نیک آدمی ہیں، ہمارے ملنے والے ہیں مگر کسی نے شکایت کی ہے کہ آپ گالیاں بہت دیتے ہیں یہ ٹھیک نہیں۔ تو وہ ماں کی گالی دے کر کہنے لگا کون ایسا ویسا کہتا ہے کہ میں گالیاں دیتا ہوں۔ حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ میں اس کا اِس زور سے انکار سن کر حیران ہی ہوگیا اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ بیچارہ معذور ہے۔ اسے معلوم ہی نہیں کہ گالی کسے کہتے ہیں اور میں نے اسے کہا کہ میری غلطی تھی آپ کو ہرگز گالیاں دینے کی عادت نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت خلیفہ اوّل کے ایک معالج تھے اُن کو بہن کی گالی دینے کی بہت عادت تھی۔ ایک دفعہ جب وہ حضرت خلیفہ اوّل کے زخم کی مرہم پٹی کر رہے تھے کہ میں وہاں پہنچا۔ میں نے پوچھا ڈاکٹر صاحب! زخم کا کیا حال ہے؟ تو وہ زخم کو بہن کی گالی دے کر کہنے لگے کہ یہ اچھا ہی ہونے میں نہیں آتا۔ اس مجلس میں تو ہم نے ان سے کچھ نہ کہا مگر بعد میں سمجھایا کہ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح کی مجلس میں یہ کہہ دیا تھا، ایسا تو نہیں چاہیئے تھا۔ تو وہ اس گالی کو وہی گالی دے کر کہنے لگے کہ یہ منہ سے نکل ہی جاتی ہے یہی حال مصری صاحب کا ہے۔ چھ گالیاں ایک اشتہار میں دی ہیں اور پہلا خط ہی اس طرح

شروع کیا ہے کہ فتنہ خوابیدہ تھا تم نے اسے بیدار کیا اور بیدار کرنے والے پر خدا کی لعنت ہو اور ابھی کہتے ہیں کہ میں گالیاں نہیں دیتا۔ اس کے جواب میں ہم بھی حضرت خلیفہ اوّل کی طرح یہی کہتے ہیں کہ ہاں آپ نے گالی نہیں دی ہماری ہی غلطی ہے۔

ان لوگوں کی طرف سے ایک دستی اشتہار آج ہی مجھے دفتر نے بھیجا ہے جس میں مصری صاحب کی امارت کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ ہمیں اس سے خوشی ہے کیونکہ جو شخص جماعت میں تفرقہ پیدا کرے اسے خدا تعالیٰ خود سزا دیتا ہے۔ اور یہ اعلان کر کے انہوں نے اپنے آپ کو اس مقام پر کھڑا کر دیا ہے کہ الٰہی سزا کے مستحق ہو گئے ہیں۔ اس اعلانِ امارت کے ساتھ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی سزا کو کھینچا ہے دور نہیں کیا۔

اسی اشتہار میں ان کی پارٹی کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ دیکھو! ہمیں مرتد، منافق، فاسق وغیرہ الفاظ سے پکارا جاتا ہے، ایسا نہ کیا جائے۔ سو اِس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے تو انہیں ان ناموں سے نہیں پکارا بلکہ ہمارے آدمیوں نے تو صرف اُن کی اپنی باتیں دُہرائی ہیں۔ پکارنے والا تو ابتدا کرنے والا ہوتا ہے۔ انہوں نے مجھے مرتد قرار دیا، معزول کرنے کے لائق کہا حالانکہ میں تو خلیفہ ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ جب تک تم اپنے دُنیوی بادشاہ میں کفر بواح نہ دیکھو اُس کی اطاعت کرو۔[۳] اللہ تعالیٰ خود اسے سزا دے گا اور اس لحاظ سے مصری صاحب نے گویا یہ کہا ہے کہ مجھ میں کُفر بواح یعنی کُھلا کُھلا پایا جاتا ہے۔ باقی رہا فتنہ پرداز کہنا، سو جیسا کہ میں نے بتایا ہے اپنے پہلے خط میں ہی انہوں نے مجھے فتنہ پرداز کہا ہے اور پھر فَتَبَيَّنُوْا والی آیت مجھ پر چسپاں کر کے مجھے فاسق قرار دیا ہے۔ پھر مجھے منافق بھی کہا ہے یہ کہہ کر کہ میں جماعت کو دہریت کی طرف لے جا رہا ہوں حالانکہ بظاہر اسلام سے تعلق ظاہر کرتا ہوں۔ پس یہ ثابت ہے کہ پہل انہوں نے کی اور انہوں نے جو کچھ ہمارے متعلق کہا جماعت نے اُسے دُہرا دیا ہے۔ وہ اپنے الفاظ واپس لے لیں تو میں جماعت کو بھی آئندہ ایسے الفاظ استعمال کرنے سے روک دوں گا مگر پہلے وہ توبہ کریں پھر ان کا حق ہوگا کہ ہم سے ایسا مطالبہ کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے بیعت توڑی ہے اور ہر جماعت کی اصطلاح میں ایسے شخص کو مرتد کہتے ہیں۔ بیعت میں یہ اقرار ہوتا ہے کہ مبائع کامل فرمانبرداری اور کُلّی طور پر تعاون

کرے گا اور جو شخص اس اقرار کو توڑ دے اُسے اگر مرتد نہیں تو اَور کیا کہا جائے گا۔ مرتد کے معنی ہیں واپس جانے والا۔ پس جو بیعت کو توڑ دے اُسے مرتد ہی کہا جا سکتا ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے غیر احمدی کہتے ہیں کہ ہمیں کافر کیوں کہا جاتا ہے۔ حالانکہ کافر کے معنی ہیں نہ ماننے والا۔ اور جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانتا اسے ہم مومن کس طرح کہہ دیں۔ اگر ہم ان سے پوچھیں کہ کیا آپ لوگ مرزا صاحب کے دعویٰ مأموریت کو مانتے ہیں؟ تو وہ یہی کہیں گے کہ نہیں۔ پس چونکہ نہ ماننے والے کو عربی میں کافر کہتے ہیں کسی مدعی ماموریت کو جب کوئی نہ مانے تو اُسے کافر کے سِوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر بیعت کرنے کے بعد کوئی واپس لَوٹے تو اُسے مرتد کے سِوا اور کیا کہا جائے گا۔

رسول کریم ﷺ کے بعد عرب میں اکثر لوگ نمازیں بھی پڑھتے تھے، روزے بھی رکھتے تھے صرف زکوٰۃ کے متعلق انہیں شبہ تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ یہ صرف رسول کریم ﷺ کے زمانہ تک ہی کیلئے حکم تھا مگر پھر بھی ان کو مرتد ہی کہا جاتا تھا۔ پھر یہ لوگ اندر ہی اندر سازش کر رہے تھے۔ میاں عبدالعزیز کا فوراً الگ ہو جانا بتاتا ہے کہ وہ پہلے ہی ان کے ہم خیال ہو چکے تھے۔ اور فخر الدین صاحب کے اخراج پر مصری صاحب کا نوٹس دینا بھی ظاہر کرتا ہے کہ وہ پہلے ہی جتھے بنا رہے تھے اور اندر ہی اندر فتنہ پیدا کر رہے تھے۔ پھر ایسے لوگوں کو اگر فتنہ پرداز نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے۔ پھر آیت استخلاف میں خلافت کی بیعت کے بعد انکار کرنے والوں کو فاسق کہا گیا ہے اور سب سے بڑھ کر لطیفہ یہ ہے کہ کہتے ہیں ہمیں منافق نہ کہا جائے۔ لیکن اسی اشتہار میں جس میں امارت کا اعلان بھی کیا گیا ہے یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص خلیفہ کی بیعت میں رہتے ہوئے بھی ہمارے ساتھ ملنا چاہے، اُس کا نام پوشیدہ رکھا جائے گا۔ گویا وہ صرف منافق ہی نہیں بلکہ منافق گر ہیں۔ وہ لوگوں کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ تم بظاہر خلیفہ کی بیعت میں رہو اور خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر عہد کر لو کہ ہم ہر ایک نیک بات میں آپ کی فرمانبرداری کریں گے۔ سَمْعًا وَّ طَاعَةً کے نعرے بھی لگاؤ، مگر در پردہ ہم سے ملے رہو اور پھر ساتھ ہی کہتے ہیں کہ ہمیں منافق نہ کہو۔ یہ تو صحیح ہے کہ جس جماعت کا کوئی نظام نہ ہو اُس کے افراد خُفیہ بیعت کر سکتے ہیں جیسے کہ سید محمد علی شاہ صاحب مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خفیہ بیعت کی اجازت دی تھی۔ مگر شاہ صاحب کسی اور پیر کے مرید تو نہ تھے وہ ایک آزاد آدمی تھے ان کی خفیہ بیعت کسی عہد کو باطل نہ کرتی تھی۔ ایسے شخص کو اگر کوئی مجبوری ہو تو اختیار ہے کہ چاہے اپنے عقیدہ کو ظاہر کرے اور چاہے چُھپائے۔ مگر ظاہر میں کسی اور کے ساتھ بیعت کا

رشتہ قائم کر کے در پردہ کسی اور سے تعلق رکھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اگر ایک شخص کا مکان کسی کے پاس رہن نہیں تو اسے اختیار ہے کہ چاہے اپنا مکان خفیہ طور پر اسے رہن کر دے اور چاہے ظاہراً کر دے لیکن جس کا مکان پہلے سے رہن ہے وہ اگر خفیہ طور پر کسی دوسرے کے پاس رہن کر دیتا ہے تو ہر شخص کہے گا کہ یہ پکا بدمعاش ہے۔ پس ایک طرف بیعت کرنے والا دوسری طرف ملے تو یقیناً وہ منافق ہے۔ ہاں جو کسی سلسلہ میں شامل نہیں وہ اگر خفیہ طور پر کسی سے ملتا ہے تو یہ اور بات ہے۔ صحابہ اس امر کا اس قدر لحاظ رکھتے تھے کہ ایک دفعہ قیصر روم کا ایلچی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور چاہا کہ اسلام قبول کرے۔ انہوں نے اس سے صاف انکار کیا اور فرمایا اِس وقت تم قیصر کے ایلچی ہو۔ اِس وقت تمہارا اسلام میں داخل ہونا بددیانتی ہوگا۔ واپس جا کر استعفیٰ دے کر آؤ تو پھر تم کو اسلام میں داخل کروں گا۔

پھر مصری صاحب کہتے ہیں کہ جماعت ایک آزاد کمیشن مقرر کرے مگر یہ معلوم نہیں اس سے ان کا مطلب کیا ہے۔ میں اِس وقت تک ان کے اس مطالبہ کو لغو سمجھتا ہوں مگر ممکن ہے ان کے ذہن میں کوئی ایسی صورت ہو جو ہمارے ذہن میں نہ ہو اور وہ ہمارے نزدیک بھی معقول ہو اس لئے میں ان سے ان کے ان الفاظ کے معنے پوچھنا چاہتا ہوں اور اس ضمن میں پہلی بات میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ:۔

پہلے خلفاء کے خلاف بھی بعض لوگوں نے شکایات کی ہیں اور بعض دفعہ ایسے مقدمات عدالتوں میں بھی سُنے گئے ہیں، مصری صاحب بتائیں کہ ان کے فیصلوں کے لئے کس قسم کے کمیشن مقرر ہوئے تھے؟ یا ان خلفاء کے اپنے مقرر کردہ قاضی ہی ان مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ آزاد کمیشن مانگنا مصری صاحب کا ہی حق ہے یا اور کسی کا بھی؟ کیا جب کوئی آکر کہے کہ خلیفہ کے متعلق آزاد کمیشن بٹھایا جائے یہ مطالبہ منظور ہو جانا چاہئے یا صرف اُس وقت جب مصری صاحب اِس کا مطالبہ کریں؟ جس طرح پنجابی میں مثل مشہور ہے کہ ''جتھے میاں نور جمال اوتھے مُردہ کھوتا وی حلال''۔ غرض وہ بتائیں کہ ہر معترض آزاد کمشن طلب کر سکتا ہے یا صرف وہی ایسا کر سکتے ہیں۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ وہ بتائیں کہ آزاد کمیشن سے ان کی مراد کیا ہے؟ کیا مادر پدر آزاد یعنی دہریوں کا کمیشن وہ مانگتے ہیں یا ان کے نزدیک آزاد کمیشن وہ ہے جسے وہ مقرر کریں خلیفہ نہ مقرر کرے۔ اگر یہ دونوں مراد نہیں تو وہ بتائیں کہ ان کا مطلب کیا ہے۔ آیا وہ چاہتے ہیں کہ ساری جماعت کو دعوت دی جائے اور پھر ووٹ لئے جائیں کہ کون کون جج مقرر ہو۔ اور ہمیشہ کیلئے یہی طریق ہو کہ جب کوئی

الزام لگائے جماعت کو یہاں بُلا لیا جائے اور ضمناً اس بات کا بھی وہ جواب دیں کہ ایسا کرنے پر پچاس ساٹھ ہزار بلکہ لاکھ روپیہ کا خرچ ہوگا وہ مصری صاحب دیں گے یا کون دے گا۔ پھر یہ ممکن ہے کہ کل کوئی اور اُٹھے اور کہے کہ مصری صاحب نے جو الزام لگائے تھے وہ غلط تھے اب میں یہ الزام لگاتا ہوں ان کی تحقیقات کی جائے اور اِدھر لوگ مصری صاحب کے کمیشن سے فارغ ہوکر گھر پہنچیں اور اُدھر پھر تاریں چلی جائیں کہ خلیفہ پر ایک اور مقدمہ ہوگیا ہے فوراً چلے آؤ۔ اور پھر اس سے فارغ ہوکر جائیں تو کوئی اور کہہ دے کہ میں خلیفہ پر یہ الزام لگاتا ہوں اور لوگ ابھی بعض رستوں میں ہی ہوں اور بعض ابھی پہنچے ہی ہوں کہ پھر تاریں چلی جائیں کہ فوراً آجاؤ پھر آزاد کمیشن بیٹھنے لگا ہے۔ پھر یہ بھی سوال ہے کہ آیا ہر الزام پر آزاد کمیشن چاہئے۔ یا آزاد کمیشن والے الزامات کی کوئی خاص نوعیت والے الزام ہی آزاد کمیشن کے حقدار ہوں گے تو اس نوعیت کا فیصلہ قرآن و حدیث کی کس سند کے ذریعہ کیا جائے گا۔ وہ یہ بھی بتائیں کہ آزاد کمیشن کا مطالبہ کرنے کا حق ان کو اگر حاصل ہے تو صرف اس دفعہ ہی یا جب وہ چاہیں جماعت سے اس کا مطالبہ کرلیں۔ اور اگر دوسروں کو بھی اس کا حق حاصل ہے تو انہیں بھی ایک ایک دفعہ عمر بھر میں یا جب اور جس وقت کوئی شخص آزاد کمیشن کا مطالبہ کرے فوراً آزاد کمیشن بیٹھ جانی چاہئے۔ اور یہ آزاد کمیشن جماعت کے اندر رہنے والے لوگ مانگ سکتے ہیں یا جماعت سے باہر کے لوگ بھی اس کا مطالبہ کرسکتے ہیں۔ مثلاً پیغامی اور غیر احمدی اس بارہ میں مطالبہ کریں تو آیا ان کا یہ مطالبہ جائز سمجھا جائے گا یا ناجائز؟ اگر جماعت سے باہر کے لوگوں کا یہ مطالبہ درست تسلیم نہ کیا جائے تو پھر مصری صاحب جو جماعت سے نکل چکے ہیں ان کو ایسا مطالبہ کرنے کا حق کہاں سے حاصل ہؤا ہے اور اگر یہ قانون ہے کہ جو جماعت سے قریب زمانہ میں نکلا ہو، وہ آزاد کمیشن کا مطالبہ کرسکتا ہے دوسرا نہیں۔ تو پھر وہ یہ بھی بتائیں کہ کتنی دیر تک کا مرتد اِس قسم کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ پھر وہ یہ بھی بتائیں کہ آزاد کمیشن سے مراد غیر احمدیوں کا کمیشن ہے یا احمدیوں کا یا مشترک؟ اگر مشترک مراد ہے تو کس کس نسبت سے احمدی اور غیر احمدی ممبر مقرر کئے جائیں گے اور انہیں کون مقرر کرے گا۔ اگر خلیفہ مقرر کرے گا تو پھر وہ بقول مصری صاحب آزاد نہ رہے گا اور اگر احمدی مقرر کریں گے تو پھر بھی آزاد کمیشن نہ رہے گا کیونکہ وہ تو پہلے ہی خلیفہ کو حق پر سمجھ رہے ہیں ورنہ مصری صاحب کے ساتھ ہی بیعت توڑ کر الگ ہوجاتے اور اگر وہ کہیں کہ نہیں احمدی بہ حیثیت جج مقرر کرنے والے کے دیانتدار ہیں تو پھر غیر احمدی کمیشن کی کیا ضرورت رہی۔ پھر احمدی جج ہی کمیشن بن

سکتے ہیں۔ اسی طرح وہ یہ سوال بھی حل کریں کہ ان ممبرانِ کمیشن کو اگر جماعت احمدیہ نے مقرر کرنا ہے تو کیا ساری جماعت کو اکٹھا ہو کر منتخب کرنا چاہئے یا الگ الگ جماعتیں ایسا انتخاب کریں۔ اور اگر غیر احمدیوں نے بھی کوئی حصہ منتخب کرنا ہے تو ان کے انتخاب کا کیا ذریعہ ہوگا۔ اور اگر آزاد کمیشن سے مراد یہ ہے کہ آدھے جج معترض تجویز کیا کریں اور آدھے خلیفۂ وقت کیا کرے تو پھر سوال یہ ہے کہ اگر غیر احمدی ججوں پر خلیفہ کو اعتبار نہ ہو تو کیا وہ حصہ بھی معترض ہی مقرر کر دیا کرے گا یا خلیفہ کو مجبور کیا جائے گا کہ ضرور کچھ غیر احمدیوں پر یا غیر مُسلموں پر اعتبار کر کے ان میں سے جج مقرر کرو اور جب احمدیت خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کر جائے گی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق دوسری اقوام اس کے ماتحت آ جائیں گی تو اُس وقت غیر احمدی یا غیر مسلم بھی جانبدار نہ رہیں گے۔ اُس وقت آزاد کمیشن کیلئے ممبر کہاں سے لائے جائیں گے۔ آیا یہ کوشش کی جائے گی کہ کچھ حصہ دنیا کا بالکل آزاد رہے اور اسلامی حکومت میں داخل نہ ہو تا مصری صاحب کے ہم خیالوں کیلئے آزاد کمیشن کے ممبر ملتے رہیں۔ اور پھر یہ بھی سوال ہے کہ اگر آزاد کمیشن یہ کہے کہ مصری صاحب جھوٹے ہیں تو ان کو کیا سزا دی جائے گی۔ خلیفہ کیلئے تو یہ سزا ہوئی کہ وہ غیر احمدیوں کے کہنے پر خلافت سے معزول ہو جائے گا مگر اس کے مقابل پر مصری صاحب کیلئے کیا سزا ہوگی۔ آیا ان کیلئے صرف یہ کافی ہوگا کہ ہنس کر کہیں کہ چلو توبہ کرتے ہیں یا کوئی اَور سزا بھی ہوگی۔ پھر یہ بھی سوال ہے کہ اگر ان کے خلاف کمیشن فیصلہ کرے تو کیا وہ اس کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے آپ کو جھوٹا کہیں گے؟ یا یہ کہیں گے کہ خلیفہ ہے تو بدکار ہی مگر کمیشن کی خاطر میں اسے مان لیتا ہوں۔ اگر اپنے آپ کو جھوٹا کہیں گے تو اس وقت وہ براہین کہاں جائیں گے جن کی وجہ سے خلافت سے روگردانی ان کیلئے جائز ہوگئی ہے۔ اگر پھر بھی وہ اپنے آپ کو حق پر ہی سمجھتے رہیں گے اور باوجود اس کے خلیفہ کی بیعت کر لیں گے، تو آج آپ کو بیعت توڑنے کی کیا مجبوری پیش آئی تھی۔ یا آپ کا ارادہ یہ ہے کہ اگر فیصلہ آپ کے حق میں ہوا تو قابلِ قبول ہوگا ورنہ نہیں۔ یہ بہت سے سوال ہیں جن کا جواب دینا آزاد کمیشن کے مطالبہ سے پہلے ضروری ہے۔ اور امید ہے کہ مصری صاحب جلد اِن کا جواب دے کر اپنے نقطۂ نگاہ کو واضح کر دیں گے۔ بہر حال ہمیں یہ علم ہونا چاہئے کہ وہ آزاد کمیشن کسے کہتے ہیں۔ اس کے فیصلہ کی پابندی ان کیلئے ضروری ہوگی یا نہیں۔ اسے کون مقرر کرے، کس طرح کرے اور کس کس کو ایسا کمیشن مقرر کرانے کا حق ہے۔

ایک سوال اَور بھی ہے کہ اگر خلافت کے عزل کا سوال آزاد کمیشن سے طے کرایا جاسکتا ہے تو خلیفہ مقرر بھی کیوں غیر احمدیوں کی ایک کمیٹی سے نہ کروایا جائے۔ آخر میں مَیں ایک اَور شبہ کا ازالہ کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اِس فتنہ کو اہمیت کیوں دی جاتی ہے؟ مصری صاحب یا ان کے ساتھیوں کی حیثیت ہی کیا ہے۔ ایسے لوگوں کی واقفیت کیلئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اسے اہمیت مصری صاحب کی حیثیت کی وجہ سے نہیں دی جاتی بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ احراریوں، مستریوں اور پیغامیوں کے نمائندہ ہیں۔ بلکہ شبہ ہے کہ بعض حکام سے بھی ان کے تعلقات ہیں۔ یا کم سے کم ان کے بعض ساتھی ایسا کہتے ہیں اور چونکہ بعض حکام نیز احرار اور پیغامیوں کی امداد ان کی پُشت پر ہے اور وہ مل کر حملہ کر رہے ہیں، اس لئے ہمارا فرض ہے کہ جماعتی طور پر اِس فتنہ کا مقابلہ کریں اور اسے کُچل دیں۔ احرار کے فتنہ نے ہمارے ایمانوں کو بیشک خراب نہیں کیا مگر دُنیوی طور پر تو انہوں نے ضرور دِق کیا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کے متعلق خیال ہے کہ یہ سلسلہ کیلئے مشکلات نہ پیدا کریں۔ پھر اس کے علاوہ ہمارا فرض صرف یہی نہیں کہ احمدیوں کی حفاظت کریں بلکہ جن لوگوں کو ہم نے احمدی بنایا ہے ان کی حفاظت کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ یہ لوگ باہر ہمارے خلاف بہت پروپیگنڈا کر رہے ہیں اور غیر احمدیوں میں اپنا زہر پھیلا رہے ہیں۔ کئی جگہ سے ہمارے دوستوں نے لکھا ہے کہ ہم نے ان کے اشتہار تقسیم کرنیوالوں سے مانگے تو انہوں نے انکار کر دیا اَور کہا کہ ہمیں ہدایت ہے کہ آپ لوگوں کو نہ دیئے جائیں۔

پس ہماری جماعت چونکہ ایک تبلیغی جماعت ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ پورے زور کے ساتھ اپنی آواز کو ان لوگوں تک پہنچائیں جن کے دلوں میں یہ زہر بھرا جا رہا ہے۔ پھر اس کی وجہ بعض خواب بھی ہیں۔ جیسا کہ میں نے سُنایا تھا کہ میری ہمشیرہ کو خواب میں بتایا گیا کہ ان دنوں خاص طور پر رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ پڑھا جائے۔ پھر ایک میرا اپنا خواب ہے جو سالِ گزشتہ میں چھپ چکا ہے کہ بعض منافق بھاگ کر بِلوں میں گھس گئے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ یہ تو خطرناک بات ہے۔ ایسا نہ ہو یہ لوگ موقع پا کر پھر کسی وقت ہم پر حملہ کر دیں۔ پس منافق کا چونکہ پتہ نہیں ہوتا اس لئے اُس تک آواز پہنچانے کا بھی یہی طریق ہے کہ پورے زور کے ساتھ آواز بلند کریں تا وہ جہاں کہیں بھی چُھپا بیٹھا ہو، ہماری آواز کو سن سکے۔ ہماری جماعت میں بھی بعض کمزور لوگ ہیں اور ان کو بچانا بھی ہمارا فرض ہے۔ یہ کہنا کہ ایسے لوگوں کو چھوڑ دو صحیح

نہیں ان کو بچانا ہمارا اوّلین فرض ہے۔اوراس کے علاوہ ان لوگوں کا قاعدہ ہے کہ جن کو سزا ملے ان کے پاس پہنچتے ہیں کہ آپ پر بڑا ظلم ہوا ہے اوراس طرح جماعتی اخلاق کو بگاڑتے ہیں اور بدنظمی پیدا کرتے ہیں۔اگر مجرموں کو ہم جماعت سے نہ نکالیں یا ان کو سزا نہ دیں تو پھر بھی اخلاق بگڑتے ہیں اور اگر سزا دیں تو وہ ان لوگوں کا شکار ہوسکتے ہیں اور چونکہ ایسے لوگوں کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس قدر زور اور وضاحت سے خلافت کی اہمیت اور ایسے معترضین کی حماقت کو لوگوں پر واضح کر دیا جائے کہ ہر قسم کا آدمی خواہ کمزور ہو، خواہ مضبوط ان کے اندر شامل ہونے کو اپنی روحانی موت سمجھے۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان لوگوں نے تسلیم کرلیا ہے کہ یہ فری میسنوں کی طرح کی ایک خفیہ سوسائٹی ہے۔ ہماری جماعت میں آج تک کوئی خفیہ سوسائٹی قائم نہ ہوئی تھی۔ یہ پہلے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ بیعت میں رہو، خدا کی قسمیں کھاؤ کہ ہم اپنی جانیں خلیفہ کیلئے قربان کر دیں گے مگر جب موقع پاؤ فتنہ پیدا کرو۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے کہ فری میسن مسلط نہیں کئے جائیں گے کہ اس کو ہلاک کریں[۳] اور ہلاک کرنے سے آپ کی جماعت کا قتل ہے یا خلافت کا قتل ہے اور ظاہر ہے کہ جس جماعت کے افراد میں منافقت بھر دی جائے اُس نے کام کیا کرنا ہے اور جس جماعت کو خلافت سے جُدا کر دیا جائے اس نے ترقی کیا کرنی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ظاہر کرتا ہے کہ فری میسنوں جیسی سوسائٹی بنے گی جو تجھے قتل کرنا چاہے گی اور گو الہام میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اس پر قادر نہ ہوسکے گی۔لیکن اِس قدر عرصہ پہلے اس الہام کی کوئی اہمیت ہونی چاہئے اور وہ اہمیت ہی ہے کہ اس وقت مسلمان سابق اختلاف اور تفرقہ کی وجہ سے ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اِس بارہ میں ادنیٰ ابتلاء انہیں اپنی جگہ سے ہِلا دیتا ہے۔پس خدا تعالیٰ ہم کو ہوشیار کرتا ہے کہ ایسا قتل ممکن ہے گو ہم تم کو بچائیں گے لیکن تم کو ہوشیار ہو جانا چاہئے۔

پس ہمارا فرض ہے کہ اس فتنہ کا پوری طرح مقابلہ کریں اور جب تک اپنے اِرد گرد اِن لوگوں سے محفوظ رہنے کیلئے چار دیواری نہ کھینچ لیں، آرام سے نہ بیٹھیں۔ باہر کی جماعتیں ابھی اس کی اہمیت کو نہیں سمجھتیں مگر میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر جماعت نے اِس کے مقابلہ میں کوتاہی کی تو وہ خدا تعالیٰ کے

نزدیک مجرم ہوگی۔ دوستوں کا فرض ہے کہ اپنے ضروری کاموں سے بھی وقت نکال کر اور اپنی نیند کو بھی کم کر کے اور اپنے آرام کو بھی قربان کرنے اِس فتنہ کا مقابلہ کریں اور جہاں ان کے اشتہار پہنچیں وہاں تک ضرور اپنی آواز پہنچا کر اِن کے زہر کا ازالہ کریں۔ تا یہ لوگ جماعت احمدیہ کی ترقی میں روک نہ پیدا کر سکیں اور تا نظام سے بغاوت کی روح احمدیہ جماعت میں سے ہمیشہ کیلئے کُچلی جائے اور شیطان پھر اس سوراخ میں سے احمدیت کی جنت میں داخل نہ ہو سکے۔ مبارک ہیں وہ جو وقت کو پہچانتے ہیں اور سیلاب سے پہلے سیلاب کا راستہ روکتے ہیں اور حق کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے خدا تعالیٰ کی مقدس فوج میں شامل ہوتے ہیں۔ وہی ہیں جو اپنے پیدا کرنے والے کے دائیں طرف اُس کے عرش پر جگہ پائیں گے۔ کیونکہ وہ اسلام کے قلعہ کی فصیلوں کے محافظ ہیں اور آسمانی خزانہ کے پہرہ دار۔ جب تک وہ اور ان کے شاگرد دنیا میں زندہ رہیں گے احمدیت بھی زندہ رہے گی اور جب ان کی شاگردی کا دروازہ بند ہو گیا دنیا پھر تاریکی اور کفر کی طرف لَوٹ جائے گی۔ وَاللّٰہ الْمُعوّذ

(الفضل ۷/اگست ۱۹۳۷ء)

---

۱ النساء: ۹۵ ۲ الحجرات: ۷

۳ بخاری کتاب الفتن باب قول النّبی ﷺ سترون بعدی اموراً (الخ)

۴ تذکرہ صفحہ ۱۴۴۔ ایڈیشن چہارم